International Journal of Islamic Studies & Culture ISSN-2709-3905
https://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/index PISSN2709-3891
(Volume.5, Issue.1 (2025)

A Stylistic Analysis of Mumtaz Mufti Prose

ممتاز مفتی کی نثر کا اسلوبی جائزہ

رویدہ بیگم

(پی ایچ ڈی اسکالر) شعبہ اردو جامعہ صوابی

علی ڈاکٹر واجد

drwajid.ali92@gmail.com

Abstract

Style represents the creative individuality and expressive uniqueness of a writer. Mumtaz Mufti holds a distinguished place in Urdu literature due to his remarkable stylistic expression. He experimented with multiple literary genres such as fiction, autobiography, travelogue, and essays, and each of his works reflects his distinctive narrative voice. His prose is characterized by freshness, spontaneity, charm, and natural fluency, making it both engaging and impactful. This research paper aims to critically examine the prose style of Mumtaz Mufti from a scholarly perspective, highlighting the key elements that define his stylistic uniqueness and contribute to his enduring literary significance.

کلیدی الفاظ: اسلوب، ممتاز مفتی، طرز، تحریر، نثر

مقالے کا موضوع "ممتاز مفتی کی نثر کا اسلوبی جائزہ" ہے جو کہ اسلوبیاتی یا لسانیاتی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اسلوب کے اعتبار سے ہے۔ مقالے کے پس منظر میں پہلے ممتاز مفتی کی تمام تر نثری تخلیقات کا اسلوب کے بنیادی عناصر کے اعتبار سے پڑھ لیا گیا۔ مقالے کے پہلے حصے میں اسلوب کی تعریف کے اعتبار سے بنیادی مباحث شامل ہیں جبکہ دوسرے حصے میں اُن کی نثری تخلیقات کی روشنی میں اُن کے اسلوب کی بنیاد پر اُن کے مقام و مرتبے کا تعین ہے۔

جس طرح رب کائنات نے نوعِ انسانی کے ہر فرد کو منفرد بنایا ہے اور ہر شخص کو کچھ ایسی ہی صلاحیتیں ودیعت کر دی ہیں، جو دوسروں کو نہیں دی گئیں۔ ایسا ہی ادب میں سر کھپائی کرنے والوں کو بھی مختلف صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے۔ شعرا و ادبا میں بنیادی فرق اور انفرادیت جس چیز کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، وہ اسلوب، انداز تحریر، اندازِ نگارش کہلاتا ہے۔ جس کی تعریف آکسفورڈ انگلش ڈکشنری کے مطابق کچھ یوں ہے:

"لکھنے کا طریقہ، کسی ادبی شخصیت ادبی گروہ یا دور کا اپنا منفرد طریق اظہار، مصنف کا تخلیقی ضابطہ جس میں توضیح، قوت تاثیر اور حسن وغیرہ اجزا موجود ہوں۔"i

اسلوب یا طرز نگارش کی کوئی ختمی تعریف ہنوز موجود نہیں، تاہم ادب میں اسلوب سے مراد فن کار کے طرزِ تحریر کی انفرادیت یا الفاظ اور جملوں کو فنی اعتبار سے برتنے کا سلیقہ، معیار یا طرز و طریقہ ہے امیر اللہ شاہین اسلوب کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

"اسلوب نام اس آواز کا جس کی صورت گری ان علامتوں سے ہوتی ہے جو لفظوں کی شکل اختیار کر کے ایک مفہوم ادا کرتی ہیں۔ ان لفظوں سے جملے اور عبارتیں اور ان سے زبان وجود میں آتی ہیں۔ شاعری میں آواز آہنگ سے اور نثر میں یہی اسلوب سے عبارت ہے۔"ii

اسلوب ادب کی حسن کاری میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے جس طرح ایک انسان کے حسن و جمال کا پہلا تاثر اس کے چہرے اور رنگ سے اخذ کیا جاتا ہے، اسی طرح کسی فن پارے کی خوبصورتی اور دلکشی میں پہلی چیز ان کا سلوب بیان ہوتا ہے۔ بدیع الاسلوب، اس اسلوب کو کہتے ہیں جس کا انداز بیان بے مثل ہو اور جو ہر بات کو نہایت دلکش طریقے سے بیان کرتا ہے۔ گوپی چند نارنگ کے الفاظ میں:

"ادبی اسلوب بدیع وبیان کے پیرایوں کو شعر وادب میں بروئے کار لانے اور ادبی حسن کاری کے عمل سے عہدہ برآ ہونے سے عبارت ہے۔ یعنی ایسی شے ہے جس سے ادبی اظہار کے حسن کی دلکشی میں اضافہ ہوتا ہے۔ گویا اسلوب زیور ہے ادبی اظہار کا جس سے اظہار کی جاذبیت، کشش اور تاثیر میں اضافہ ہوتا ہے۔iii"

اسلوب کی تشکیل میں مصنف کے لب ولہجے کے اتار چڑھاؤ اور الفاظ کے برتنے کے عمل کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ یہ عمل دراصل مصنف کی شخصیت سے متعلق اور منسلک ہے۔ فنکار الفاظ کے ذریعے اپنی کیفیت کا اظہار کرتا ہے۔اس طرح اس کے الفاظ کی مدد سے ہم اس کی شخصیت کا مرقع تیار کر سکتے ہیں۔اسلوب کو اس لیے مصنف کی شخصیت کا عکاس کہا جاتا ہے، کہ کسی ادب پارے میں الفاظ کا انتخاب واستعمال مصنف کی شخصیت کا تابع ہے۔ چنانچہ ابوذر عثمانی اس حوالے سے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب ہم کسی ادیب یا مصنف کے اسلوب سے بحث کرتے ہیں تو ہم اپنی توجہ محض ادب وفن کے چند مقرر اور مانوس نکتوں کی جستجو تک محدود نہیں رکھتے بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان میں فن کار کی شخصیت کا رنگ کہاں تک نمایاں ہے اور اس کے زیرِ اثر ان میں کیا معنوی تبدیلیاں ہوئی ہیں؟ فنکار نے کس طرح اپنے موضوع کو برتا ہے اور اپنے جذبات واحساسات کی تنظیم اور افکار وخیالات کی تشکیل کی طرح کی ہے۔ کس طرح اپنے مشاہدے اور مطالعے کو یکسو ومنضبط کیا ہے اور بکھرے ہوئے تاثرات کو ایک رشتہ میں منسلک کر کے انھیں موزوں اور مناسب شکل میں جلوہ گر کیا ہے۔iv"

ممتاز مفتی اردو ادب میں بہترین کہانی کار، فکشن نگار، سفر نامہ نگار، سوانح نگار، خاکہ نگار، انشائی نگار اور ڈراما نگار شمار ہوتے ہیں۔انھوں نے جس موضوع پر بھی قلم اُٹھایا خاص بنایا۔ جس شخصیت کو اپنے موضوع کا کردار بنایا اسے اِس خوبصورتی اور اچھوتے پن کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا کہ وہ شخصیت اپنی تمام تر آب وتاب کے ساتھ ابھر کر سامنے آگئی۔ ممتاز مفتی نے شخصیت نگاری، خاکہ نویسی کو ایک نئی ہیئت دی، نیا انداز دیا، ایک نیا اسلوب دیا۔ ممتاز مفتی شخصیت نگاری کے فن کے استاد ہیں اور میں بھی اس شعبے میں گذشتہ کچھ عرصے سے کام کر رہی ہوں۔ میں نے ممتاز مفتی کو پڑھا اور ان سے بہت کچھ سیکھا، اگر میں یہ کہوں کہ وہ میرے روحانی استاد ہیں تو غلط نہ ہوگا۔اس حوالے سے خود ممتاز مفتی کا کہنا مستند ہے کہ " آپ کو صرف اس شخصیت پر لکھنے کا حق حاصل ہے جس کے لیے آپ کے دل میں جذبہ احترام ہے۔" میں ممتاز مفتی کی اس بات کی سو فیصد تائید کرتی ہوں، میری اپنی رائے بھی یہی ہے اور میں نے اپنے تجربے سے یہ سیکھا ہے کہ شخصیات کو اپنا موضوع بنانے والوں کو انھیں لوگوں پر قلم اٹھانا چاہیے جن کے لیے ان کے دل میں محبت، احترام، عزت، توقیر اور حرمت کا جذبہ پایا جاتا ہو۔

ممتاز مفتی کا اصل نام مفتی ممتاز حسین تھا۔ ممتاز مفتی 11 ستمبر 1905ء بمقام بٹالہ ضلع گورداسپور بھارتی پنجاب میں مفتی محمد حسین کے ہاں پیدا ہوئے۔اردو ادب میں ایک ممتاز نام۔ ممتاز مفتی ابتدائی دور میں ایک لبرل اور مذہب سے بیگانے دانشور کی حیثیت سے مشہور تھے۔ ممتاز شیریں کی طرح وہ بھی سگمنڈ فرائڈ کے کام سے متاثر تھے۔ اشفاق احمد جو ممتاز مفتی کے قریبی دوست تھے کے مطابق ممتاز مفتی تقسیم ہند سے پہلے غیر معروف ادب کے انتہائی دلدادہ تھے، یہاں تک کہ وہ اکثر سویڈن کے کئی غیر معروف ادیبوں کے ناول پڑھتے نظر آتے۔ ممتاز مفتی کی شخصیت اور فکر وفن میں اتار چڑھاؤ کے متعلق ڈاکٹر آفتاب احمد آفاقی لکھتے ہیں:

"ممتاز مفتی ابتدا میں تقسیم ہند کے انتہائی مخالف تھے لیکن بعد میں انتہائی محب وطن پاکستانی اور اسلام پسند کے طور پر جانے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی ذات میں یہ تبدیلی قدرت اللہ شہاب سے تعلق قائم ہونے کے بعد پیش آئی۔ گو کہ ان کی شخصیت پر قدرت اللہ شہاب کی عادات، اطوار اور نظریات اثر انداز ہوئے لیکن پھر بھی وہ بحیثیت ادیب اپنی یگانیت اور اچھوتے پن کو برقرار رکھنے میں کامیاب رہے۔ ممتاز مفتی کی تحریریں زیادہ تر معاشرے میں موجود کئی پہلوؤں اور برائیوں کو اجاگر کرتی نظر آتی ہیں۔v"

ابتدائی تعلیم امرتسر ،میانوالی ،ملتان اور ڈیرہ غازی خان میں پائی۔ میٹرک ڈیرہ غازی خان سے اور ایف اے امرتسر سے اور بی اے اسلامیہ کالج لاہور سے کیا۔ ان کا پہلا افسانہ "جھکی جھکی آنکھیں" رسالہ ادبی دنیا لاہور میں شائع ہوا اور اس طرح وہ مفتی ممتاز حسین سے ممتاز مفتی بن گئے۔ان کے کئی افسانوی مجموعے شائع ہوئے جن میں "ان کہی"، "گہما گہمی"، "چپ"، "روغنی پتلے" اور "سمے کا بندھن" شامل ہیں۔ "علی پور کا ایلی" اور "الکھ نگری" سوانحی ناول میں شمار ہوتے ہیں۔ جبکہ "ہند یاترا"،

"لبیک" جیسے سفر نامے بھی تحریر کیے اور خاکہ نگاری میں "اوکھے لوگ"، "پیاز کے چھلکے" اور "تلاش" جیسی کتابوں کے خالق ہیں۔ اردو کا یہ مایۂ ناز افسانہ نگار، خاکہ نگار اور سفر نامے لکھنے والا ادیب و قلم کار 27 اکتوبر 1995ء میں ہم سے جدا ہوا لیکن اس کی تحریریں آج بھی ادب کی دنیا میں اہم ہیں۔

ممتاز مفتی اپنی خداداد صلاحیتوں اور محنت شاقہ سے دنیائے ادب میں نمایاں کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ ان کی تخلیقی شخصیت میں ہمہ جہت روشنی پائی جاتی ہے۔ جس میں ناول، افسانہ، خودنوشت سوانح،، سفر نامہ، شخصیت، مضمون اور ڈراما جیسی اصناف نظر آتی ہیں، جبکہ نفسیاتی پہلوؤں سے وہ ایک صوفی، دانشور اور ماہر لسانیات جیسی شخصیت بھی ہیں، جو ہمہ وقت اپنے ظاہر و باطن میں تبدیلی پیدا کرتی رہتی ہے۔ ان کا منفرد مقام یہ ہے کہ انھوں نے متعدد اصناف نثر میں طبع آزمائی کی ہے اور فروغِ اردو میں اپنی مہارتِ بالغہ ثابت کیا ہے۔

ممتاز مفتی کے اسلوب اور اندازِ تحریر میں ایک نمایاں چیز کو قارئین کو نظر آئے گی، وہ یہ ہے کہ ان کے ہاں پنجابی اور اردو زبان کی دلکش اور رواں آمیزش ہے۔ ممتاز مفتی کی زبان میں نہ صرف الفاظ اور لہجے کی تازگی اور دلکشی پائی جاتی ہے، بلکہ ایک لچک دار کیفیت بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ انھوں نے جو کچھ دیکھا، سمجھا اور جانا، اسے من و عن معاشرے کے سامنے پیش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے فن پاروں میں پوری زندگی کا عکس نظر آتا ہے۔ ان کا ادبی سفر چھ دہائیوں پر محیط ہے۔ ان کی بے باک اور حساس طبیعت کا اثر ان کی تصانیف اور اسلوب بیان میں واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

تفریحِ طبع اور معاشرے پر نشترِ طنز کے حوالے سے ان کے عمدہ اور شگفتہ اسلوب کی ایک مثال ملاحظہ کیجیے:

"میرا ایک دوست ہے نورالدین۔ اس کی شخصیت دیکھیے تو نام کی ضد ہے کہ اس میں نور ہے نہ دین ہے۔ نام لینے والا خواہ مخواہ شرمندہ ہو جاتا ہے جیسے برملا جھوٹ بول رہا ہے۔vi"

ممتاز مفتی نے ترقی پسند مصنفین سے اپنا تعلق جوڑا تھا، لیکن بعد میں کچھ ذاتی وجوہات و علمی و ادبی اختلاف کی بنا پر انھوں نے ترقی پسند مصنفین سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ان کا اسلوب بیان محض سیاسی یا سماجی نوعیت ہی کا نہیں بلکہ فطری محسوس ہوتا ہے، جس میں ان کی زندگی کے کئی گوشے نظر آتے ہیں۔ انھوں نے معاشرے کی کجرویوں پر قلم اٹھایا۔ ان کے افسانوی کردار چاہے مرد ہو یا عورت صدائے احتجاج بلند کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے ہاں کہیں کہیں حقیقت اور رومانیت سے انحراف کا رویہ دیکھا جاسکتا ہے۔ ان کے فلسفیانہ مگر دلکش اسلوب کی کچھ امثال پیشِ خدمت ہیں:

"ہماری موجودہ جہالت کی یہی وجہ ہے کہ مانوس چیزوں اور کیفیات سے واقف نہیں۔vii"

"حقائق جو بہت قریب مانوسیت کی لوٹ میں آجاتے ہیں۔ یقین جانیے مانوسیت ایک بہت بڑا پردہ ہے۔ بہت بڑا بہت دبیز۔viii"

ممتاز مفتی نے خون ہوتی خواہشات، جذبات اور انسانی ضرورت وہوس جیسے تلخ حقائق کو منفرد انداز میں اپنی تخلیقات میں پیش کیا ہے۔ انہی مسائل پر سعادت حسن منٹو اور عصمت چغتائی نے قلم اٹھایا ہے، لیکن ان قلمکاروں پر اعتراضات ہوئے اور انھیں فحش نگاری کا ملزم ٹھہرایا گیا، اس کے مقابلے میں ممتاز مفتی کا اندازِ بیان اور اسلوب ایسا ہے کہ وہ مواخذے اور موردِ الزام ہونے سے بچ گئے ہیں، اگرچہ اپنا مدعا پا گئے ہیں۔

عورت اور اس کی نفسیات پر ایک عرصے تک غور و فکر کر کے اس نے کچھ نتائج اخذ کیے اور پھر ان نتائج کو اعلیٰ فنکاری سے عمدہ اسلوب کے پیراہن میں لپیٹ کر قارئین کے روبرو رکھ دیے ہیں:

"مرد کی نسبت عورت پر جنسیت زیادہ غالب ہے۔ix"

عورت ذات میں یہ جذبہ پایا جاتا ہے کہ وہ چاہتی ہے کہ وہ ہر شے کی تسخیر اور متابعت چاہتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تسخیر کے علاوہ اس کے لیے کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ ایک جگہ ممتاز مفتی لکھتے ہیں:

"عورت کا اہم ترین مقصد تسخیر ہے اور وہ اسی مقصد کو پیش پیش رکھتی ہے تو مرد کا صرف وہ پہلو دیکھتی ہے جو تسخیر ہونے سے تعلق رکھتا ہے اور وہ اپنے مقصد سے بے نیاز اور بے واسطہ ہو کر نہ تو دنیا دیکھ سکتی ہے اور نہ اپنے آپ کو۔x"

عورت کی نفسیات پر عموماً مرد کی پسندیدگی کا غلبہ ہوتا ہے۔ وہ لباس، انداز اور فیشن میں ہر اس چیز کو اپناتی اور پسند کرتی ہے، جس میں وہ مرد کو خوبصورت اور جاذب نظر آئے۔

"عورت کی ادنیٰ ترین تبدیلی چاہے وہ لباس سے متعلق رکھے یا انداز سے مرد کی کسی چھپی ہوئی یا نمایاں آرزو کا پر تو ہوتی ہے۔xi"

ان کے افسانوں میں سوانحی رنگ موجود ہے۔ انھوں نے گذرنے والے حالات و واقعات، تجربات و مشاہدات اور گرد و پیش بسنے والے لوگوں کی شخصیات اور سماج کے اندر پنپنے والے حالات کی عکاسی کی ہے۔ انھوں نے انسانی شخصیت اور خدوخال، بند کمرے میں مقید کرنے کے بجائے اسے لوگوں کے سامنے لایا ہے۔

"ہمیں اپنے آپ سے جھوٹ بولنے کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا حقیقت میں ایک ٹیڑھی لکیر ہے، جس کا سر نہ پیر، جس میں ہماری کوئی وقعت نہیں تو ہمارا دل بیٹھ جاتا ہے، جیسے لا محدود گہرائیوں میں ڈوب رہا ہو۔ اس وقت اپنے آپ کو بچانے کے لیے ہمیں چند خوش کن اعتباروں کی ضرورت پڑتی ہے، جو ہمیں تسلی دے سکیں اور جس کے سہارے ہماری اپنی شخصیت کی اہمیت ہو۔xii"

ممتاز مفتی کے بارے میں عام طور پر لادینیت اور مذہب بیزاری کے الزامات مشہور تھے، لیکن یہ ان کی ابتدائی دور میں ممکن ہے، کچھ حد تک ہو۔ اگلے دورِ حیات میں ان پر تصوف اور تزکیہ نفس جیسی چیزوں کا غلبہ ہوا۔ اب انھوں نے روحانیت کے آئینے میں مختلف سائنسی علوم، مختلف مذاہب اور نوعِ انسانی کے مختلف مشاہیر کے بیانات کو اسی روحانی روشنی میں پرکھا ہے۔

"جدید سائنس خود اس خیال کی حامی ہے کہ ہم ایک نیا موڑ مڑنے والے ہیں۔ ہمارے سامنے نئی نئی کھڑکیاں کھلتی جا رہی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سپیس ہم پر حیران کن حقائق کا راز کھولنے کے لیے بے تاب ہے کیا پتہ کب حقیقت کل سپیس کی کھڑکی سے جھانک کر ہمیں کائنات کا راز بتا دیں۔xiii"

اب انھوں نے حقیقت پالی ہے کہ دنیا کے جتنے مسائل ہیں، ان کا ممکنہ حل صرف اور صرف اسلامی نظام حیات کے اندر مضمر ہے۔ دنیا کے مختلف نظام ہائے حیات، جو انسان کی فلاح و بہبود کے لیے مختلف زمانوں میں منصہ شہود پر آئیں، بالآخر ناکامی سے دوچار ہوئیں اب یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ نوعِ انسانی کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں کہ اسلام کے دامن عافیت میں پناہ لے۔

"امریکہ کے نامور مفکر اور اہلِ قلم پروفیسر بینل وان کا اسلامی نام عبداللہ بینل ہے، لکھتے ہیں کہ سچ تو یہ ہے کہ موجودہ سائنسی دور میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے۔xiv"

ممتاز مفتی نے جو بھی لکھا مشہور ہوا جس کی وجہ سے ادب میں خاص مقام پر فائض ہوئے اگرچہ اُن پر جنس نگاری کا کے الزامات بھی لگائے گئے خاص کر اُن کے سوانحی ناول علی پور کا ایلی اور الک نگری تو فرائیڈین تصور کو سمجھے بغیر پڑھنا ہی فضول ہے، اب کہنا یہ ہے کہ جنس جیسے شجرہ ممنوعہ پر قلم اٹھاتے ہوئے بھی اُن کو ادبی اور تنقیدی حلقوں مین پسند بھی کیے جاتے ہیں اور قارئین کی تعداد میں کمی کی بجائے اضافہ بھی ہوتا ہے تو اس کی اصل وجہ اُن کا زبان و بیان پر گرفت اور اسلوب کی شائستگی ہے جس کی مدد سے آپ قاری کو اپنی گرفت میں لینے مین کامیاب ہوتے ہیں۔ ممتاز مفتی عمدہ اور دلنشین اسلوب نثر تخلیق کرنے میں بے نظیر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بیک وقت اردو نثر کے کئی میدانوں میں اشہب قلم دوڑاتے رہے لیکن انھوں نے ہر میدان میں اپنی منفرد اسلوب کی دھاک بٹھائی۔ اردو زبان میں مہارت حاصل کرنے کے لیے ان جیسے ادبا کی تحاریر کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ اہلِ قلم حضرات کو اپنے اسلوب میں مثبت تبدیلی لانے کے لیے ان ادبا کے اسلوبِ بیان سے استفادہ کرنا چاہیے۔

حواشی و حوالہ جات

---

i۔ آکسفورڈ انگلش ڈکشنری، اسلوب style،

ii۔امیر اللہ خاں شاہین،اسالیب نثر،الفیصل پبلشرز،لاہور،1991ء ص112

iii۔گوپی چند نارنگ،ادبی تنقید اور اسلوبیات،انجمن ترقی اردو، نئی دہلی،1987ء ص14

iv۔ابوذر عثمانی،فنکار سے سن تک،فیروز سنز اردو بازار لاہور،1988ء ص35

v۔آفتاب احمد آفاقی،ڈاکٹر،کلاسیکی ادب کے اسالیب،مطبوعہ ایچ ایس آفسٹ پرنٹرز نئی دہلی-2،1988ء،ص38

vi۔ممتاز مفتی،رام دین،مطبوعہ فیروز سنز لاہور،1986ء،ص174

vii۔ممتاز مفتی،غبارے،مطبوعہ الفیصل لاہور 2001ء،ص44

viii۔ممتاز مفتی،رام دین،مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان،1995ء،ص135

ix۔ممتاز مفتی،رام دین،ص،86،بحوالہ ممتاز مفتی،فکر و فن (پی ایچ ڈی مقالہ) مختار احمد،شعبہ اردو،جموں یونیورسٹی،جموں 2017ء،ص113

x۔ممتاز مفتی،رام دین،مطبوعہ فیروز سنز لاہور،1986ء،ص91

xi۔ایضاً،ص90،بحوالہ ممتاز مفتی۔احوال و آثار (پی ایچ ڈی مقالہ) روبینہ رفیق،اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

xii۔ممتاز مفتی،غبارے،مطبوعہ الفیصل لاہور،2001ء،ص92

xiii۔ایضاً،ص129

xiv۔ممتاز مفتی،تلاش،مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان،1995ء،ص187